قیاس الشبہ ہے نہ کہ قیاس الاصل ۔ چونکہ زیورات کا اصل سونا چاندی ہے ۔لہذا قیاس اصل مقدم ہوگا قیاس الشبہ پر۔اگر چہ استعمال کے لحاظ سے جواہرات کے مشابہ ہے لیکن وہ اصل میں سونا یا چاندی ہے ۔

القول الثالث

زیورات پر زندگی میں ایک دفعہ زکاۃ ہے اور یہی حضرت انس کا ایک قول ہے (بیہقی 138/4) لیکن جیسا کہ گزر گیا یہ زکاۃ کی تعریف کے خلاف ہے ۔ چونکہ زکاۃ مال مخصوص سے ہر سال معین حصہ نکالنے کو کہتے ہیں ۔لہذا یہ درست نہیں ۔

القول الرابع

زیورات کو عاریۃً دینا ہی اس کی زکاۃ ہے ۔ یہ ابن ابی ثابت نے ابن عمر سے نقل کیا ہے اور امام بیہقی 'ابن المسیب اور شعبی سے نقل کیا ہے (السنن الکبری بیہقی 140/4)

بحث کا نتیجہ

سابقہ اقوال اور دلائل کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ زیورات پر زکاۃ واجب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مختلف اقوال اور دلائل ہیں ۔لیکن زکاۃ کا واجب ہونا نص صریح سے ثابت ہے ۔ جب کہ اس کے مقابل دلائل کمزور ہیں زکاۃ واجب نہ ماننے والوں نے صرف حدیث جابر سے استدلال لیا جو کہ بالاتفاق موقوف حدیث ہے اور سنداً بھی اتنی قوی نہیں کہ پہلے ذکر شدہ احادیث مرفوعہ کا مقابلہ کرسکتا ہو اور جن صحابہ سے زکاۃ واجب نہ ہونے کے آثار آتے ہیں ان میں سے بعض سے اس کے برعکس بھی منقول ہے ۔ پھر ان نصوص کے درمیان بھی جمع کرنا ممکن نہیں 'اگر چہ بعض علماء نے جمع کرنے کی کوشش کی ہے ۔لیکن وہ قابل التفات نہیں ۔

لہذا زیورات جب نصاب کو پہنچیں تو ان پر زکاۃ دینا واجب ہے اور یہی قرین قیاس بھی ہے ۔اس میں کثرت نصوص کے ساتھ اسانید بھی قوی ہیں اور یہی عام قواعد کے بھی موافق ہے ۔خصوصاً بعض روایات میں بیس مثقال زیورات پر نصف مثقال زکاۃ دینے کا حکم آیا ہے اور اس میں براءت اصلیہ سے ایک نئے حکم کی طرف منتقلی ہے اور اس میں براءت ذمہ بھی ہے اور اسی میں احتیاط ہے ۔ واللہ اعلم ۔

☆☆☆

عقیدہ توحید(2)

بدعت کی شرعی حیثیت

تصنیف: محمد حسن عاصم صدیقی تہذیب وتقدیم: عبدالوہاب خان

تعامل خلفائے راشدین رضوان اللہ علیھم اجمعین کی اہمیت

فرمان رسالت مآب ﷺ ''تم میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ جانشینوں کے طریقوں پر جمے رہو'' (حوالہ گزر چکا ہے) کے تحت خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے بعد آپ کے مسند علم وارشاد اور نظم امارت کے سنبھالنے والے خلفاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقوں کو اختیار کرنے کا حکم ہے۔

یہ حضرات بالترتیب مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضے اللہ عنہ نے عنان خلافت سنبھالی لیکن انہوں نے عالم اسلام کا عظیم تر مفاد اسی میں دیکھا کہ دونوں سربرآرائے حکومت میں سے ایک دوسرے کے حق میں دستبردار ہو کر وحدت ملی کو اجاگر کرے۔ لہذا چھ ماہ بعد انہوں نے خود یہ عظیم قربانی دی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

ان جلیل القدر خلفائے اسلام نے اہل اسلام کی دینی، علمی، معاشی، جہادی اور سیاسی خدمات کے ضمن میں جو کچھ طریقے اپنائے ان میں سے اکثر وبیشتر وہی ہیں، جن کی رہنمائی قرآن حکیم کے نصوص یا محمد مصطفی ﷺ کی سیرت طیبہ میں موجود ہے۔ اور ان خلفاء نے اپنی زندگیاں کتاب وسنت ہی کی خدمت اور اس کے سیکھنے، سکھانے، عمل کرنے اور کرانے کے لئے وقف کر رکھے تھے۔ جہاں کہیں ضرورت پڑی، علمائے صحابہ سے بروقت رابطہ کیا اور ان سے پوچھ کر جناب رسالت مآب ﷺ کے قول وعمل سے آگاہی حاصل کی۔ بلاشبہ خلفاء کرام بحکم الٰہی سنت نبوی کو ہی حرز جان بناتے تھے۔

اب جو مسلمان ان معاملات میں سنت خلفائے راشدین کی پیروی اختیار کرے تو وہ درحقیقت قرآن وحدیث ہی کا پیروکار ہے۔ ایسے معاملات میں خلفائے راشدین کے تعامل سے آگاہی کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی مشروعیت پر پختہ یقین ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر یہ منسوخ ہوتا تو ان عظیم ہستیوں سے نسخ کا حکم مخفی نہ رہتا۔

تعامل خلفائے راشدین میں سے دوسری قسم وہ ہے جن کے لئے عام علماء دین کی نگاہ میں کوئی شرعی دلیل نہیں مثلاً خلافت کی

سپردگی یا انتخاب خلیفہ کا طریقہ کار‘ جو سب خلفاء میں یکساں بھی نہ رہا۔ اسی طرح نظام حکومت سے متعلق بعض تعزیری سزائیں اور انتظامی امور وغیرہ۔ ان امور میں خلفائے راشدین کی پیروی خوش نصیب اہل ایمان کے لئے مبارک ہو‘ جس طرح اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اطاعت اختیار کی۔ اس قسم میں سے اکثر پر صحابہ کرام کا اجماع واقع ہوا ہے اور اجماع ایک شرعی حجت ہے۔

اور شاذ و نادر ایسے مسائل بھی ہیں جو بعض خلفائے راشدین نے کسی خاص مصلحت کے تحت عارضی طور پر نافذ کیا اور بعض علمائے صحابہ نے اختلاف رائے کا بھی اظہار کیا۔ وہ ان جیسے خاص حالات میں ہی قابل عمل ہیں۔ انہیں مستقل شرعی حکم کی حیثیت حاصل نہیں۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیثیت

صحابہ کرام وہ مبارک مقدس ہستیاں ہیں‘ جنہیں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے رسول رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت و رفاقت اور نصرت و معاونت کے لئے منتخب کر لیا تھا۔ یہی وہ سعادت مند طالب علم تھے جنہوں نے اپنے جلیل القدر معلم و مربی ﷺ سے نہایت محنت و جانفشانی سے علم حاصل کیا‘ ادب و تہذیب سیکھی اور اسی علم و ادب کو پھیلانے میں اپنے مال‘ وقت‘ اہل و عیال اور متاع حیات کی گرانقدر قربانیاں پیش کیں۔ حتیٰ کہ اللہ عز وجل سے یہ ڈگری حاصل کی کہ ان کا ایمان ہی ایمان خالص اور کھوکھلے دعویٰ کے مابین فرق کی کسوٹی ہے۔

﴿فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم فی شقاق﴾

”اگر ان دعویداران ایمان نے اسی طرح ایمان قبول کیا جس طرح تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لے آئے تو یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہو گئے‘ اور اگر تمہاری طرح کے ایمان سے منہ پھیر لیں تو وہ صرف بدبختی اور مخالفت میں گرفتار ہیں“۔ (سورۃ البقرۃ ۱۳۷)

﴿محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله ورضوانا سیما هم فی وجوههم من اثر السجود ذلک مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطئه فاٰزره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار وعدالله الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت منهم مغفرة واجرا عظیماo﴾

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو آپ کے ساتھ ہیں کافروں کے معاملے میں سخت گیر مگر آپس میں مہربان ہیں، آپ انہیں خوب رکوع وسجود کرنیوالے پاتے ہیں۔ وہ اس طرح اللہ پاک کا فضل (کسب حلال) اور رب کی رضامندی تلاش کرتے ہیں سجدوں کے اثر سے نور کی نشانی ان کے چہروں پر عیاں ہے یہ تورات میں ان کی مثال ہے اور انجیل میں ان کی مثال ایسی کھیتی سے دی گئی ہے، جس نے زمین سے اپنی کونپل نکالی پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا اور اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا، تا کہ ان کو دیکھ کر کفار چڑتے رہیں۔ اللہ نے ان ایمان والوں اور نیک عمل والوں سے بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (سورۃ الفتح ۲۹)

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ **"لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل ...... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملۃ و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ"** قالوا: ومن ھی یا رسول اللہ ؟ قال **"ما انا علیہ واصحابی"**

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت پر بھی ضرور بضرور فرقہ بندی کی وہ حالت آئے گی جو بنی اسرائیل پر آئی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک جوتا اپنے جوڑے والے جوتے سے بالکل مشابہ ہوتا ہے...... اور یقیناً بنی اسرائیل بہتر (72) فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ یہ تمام فرقے دوزخی ہیں سوائے ایک کے" صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون سا گروہ ہے جو جنتی ہوگا؟ ارشاد ہوا "وہی جس پر میں اور میرے صحابہ گامزن ہیں"۔ (ترمذی کتاب الایمان باب 18 فی افتراق ھذہ الامۃ 26/5 اسے امام ترمذی نے "غریب" اور الشیخ البانی نے "حسن" کہا ہے صحیح ترمذی 334/2)

اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کے بیان کردہ فرامین اور فضائل کی رو سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال و اعمال بھی ہمارے لئے حق کا معیار اور ہدایت کا چراغ ہیں۔ یہ وہ ذاتیں ہیں جن میں احکام الٰہی اور سنت نبوی کے حروف ونقوش اعمال واحوال بن کر رچ گئے ہیں۔ اور اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ اب ان کو دین سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ مذکورہ بالا حدیث **"ما انا علیہ واصحابی"** سے صرف صحابہ کرام کی فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی اور محض ان کی عنداللہ مقبولیت ہی واضح نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ حق و باطل میں فرق کے کٹھن مرحلے میں امت کے لئے کسوٹی اور معیار بھی قرار پائے ہیں۔ صحابہ کرام کے قوی جذبہ اطاعت نبوی کے پیش نظر اصول حدیث کے ائمہ نے اتفاق کیا ہے کہ جن مسائل میں